حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ

از قلم: ثناء اللہ بن شبیر احمد ایم پی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیروانِ حق کے لیے حق پر استقامت اور اس کی اشاعت ہر دور میں ابتلا و آزمائش کا ذریعہ رہی ہے، اس کے بغیر آج تک حق کی اشاعت ہوئی ہے اور نہ آئندہ ہوگی، حق کو تھامے رکھنا اور اس کو دوسروں تک پہنچانا پھولوں کی سیج نہیں؛ کانٹوں کا دشتِ بے کنار ہے۔ حضرت ابنِ مریمؑ کے بعد تقریباً پانچ صدیاں گذری ہوں گی کہ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس عالمِ فانی میں مبعوث ہوئے، ان کے پیرؤوں کو بھی حق تک رسائی اور اس کی اشاعت کا وہی فطری اور تاریخی راستہ طے کرنا تھا، چناں چہ خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قافلہ بھی بلا پس و پیش راہِ صداقت پر گامزن ہوا، ابھی قدم رکھا ہی تھا کہ زمین و آسمان دشمن ہوگئے، راستے میں آگ کے الاؤ جلائے گئے، کوڑے مارے گئے، گرم ریت اور تپتے پتھروں پر تپایا گیا، دہکتے انگاروں پر لٹایا گیا، انہیں زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے محروم کرکے بیوی بچوں اور ماں باپ سے جذباتی تعلق توڑنے پر مجبور کیا گیا؛ مگر وہ منزلِ مقصود کے جوش میں یہ سب کچھ جھیل گئے، خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کر گئے اور اس طرح قبولِ حق کی آزمائش میں پورے اتر کر اپنے موحد ہونے کا دعویٰ سچ کر دکھایا۔ ان ہی پاسبانِ اسلام اور حق کے داعیوں کی مقدس جماعت کے ایک فرد حضرت زبیرؓ بن عوام ہیں، جن کی زندگی کی کچھ جھلکیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، بارگاہِ خداوندِ قدوس میں دست بدعا ہوں کہ وہ اسے میرے لیے آسان فرمائیں اور تمام امت کے حق میں اسے مشعلِ راہ بنائیں۔

بابِ اول

پیدائش، نام ونسب

ام القریٰ (مکہ) میں قریش کے کئی قبیلے آباد تھے، جن میں ایک قبیلہ بنی اسد کا بھی تھا، اس قبیلہ میں ''عوّام بن خویلد'' کا خاندان بڑا شریف تھا، عوّام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے حقیقی بھائی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر تھے۔

۵۹۴ء میں عوّام کے گھر ایک بچہ نے جنم لیا، جس کا نام ''زبیر'' رکھا گیا، یہی وہ بچہ ہے جو بعد میں چل کر زبیر بن عوّام کے نام سے مشہور ہوا۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔

حضرت زبیر کا نسب والد کی جانب سے اس طرح ہے: زبیر بن عوّام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔ اور والدہ کی طرف سے نسب نامہ یہ ہے: زبیر بن صفیہ بنت عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ آپ کی والدہ حضرت صفیہؓ اور آپ کے والد عوّام کا نسب قصی بن کلاب پر جا کر مل جاتا ہے۔

حلیہ

حضرت زبیر بن عوّامؓ کشیدہ قامت تھے، رنگ گندمی تھا، آنکھیں بڑی

بڑی اوران میں خاص قسم کی چمک تھی، چہرے کی ساخت میں وجاہت تھی اوراس پرفطری رعب چھایا رہتا تھا،سر کے بال گھنےاورداڑھی ہلکی تھی جس میں زیادہ گھناؤ نہ تھا۔ (اصحابِ الرسول:۴۰۷)

تربیت اوراسلام سے پہلے کی زندگی

عربوں کے یہاں بچوں کی تربیت کا بہت اہتمام کیا جاتا تھا، ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ ان کا بچہ بڑا ہوکر خاندان کے لیےفخر ومباہات کا ذریعہ بنے، لڑائیوں میں ان کا معاون ومددگار بن سکے، اوراپنی جواں مردی وبہادری کے ذریعہ قبیلہ اورخاندان کا نام روشن کرے۔عربوں کی اسی عادتِ متواترہ کے پیشِ نظر آپ کی والدہ حضرت صفیہؓ نے آپ کی بڑی محنت ومشقت سے تربیت کی، ہر وقت نگرانی کیا کرتی تھیں اورصغرِ سنی ہی میں آپ سے محنت ومشقت بھرے کام کرواتی تھیں؛ تاکہ زمانے کے حالات سے بخوبی واقفیت حاصل ہوجائے، اور جب ضرورت محسوس کرتیں تو تربیت کے خاطر انہیں مارابھی کرتیں۔

چناں چہ روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت صفیہؓ اپنے لختِ جگر کو ماررہی تھیں کہ اسی لمحہ حضرت زبیر کے چچا نوفل بن خویلد ادھر آ نکلے، انہوں نے پوچھا: اے صفیہ! کیاتم اسے مارڈالنا چاہتی ہو؟ تو ان کی والدہ نے کہا: میں اسے اس لیے مارتی ہوں کہ یہ بڑا ہوکر بہادر اورنڈر بن جائے اور طاقتور لشکروں کا مقابلہ کرسکے۔حضرت صفیہؓ کی اس کڑی اورسخت تربیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ بچپن

ہی میں نڈر، جرأت منداور بہادر بن گئے تھے، پھر کبھی زندگی میں بڑے بڑے اورنامور پہلوانوں سے مقابلہ کرنے سے نہیں جھجکے۔(زبیر بن عوام:۱۲)

قبولِ اسلام

آفتابِ اسلام نے سب سے پہلے حضرت زبیرؓ کے گھر والوں کوظلمتوں سے نکالا، آپ کی پھوپھی حضرت خدیجہؓ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں تھیں اور نزولِ وحی کے واقعہ سے سب سے پہلے آپ ہی باخبر ہوئیں، نیز حضرت زبیرؓ کی والدۂ محترمہ خود خاتم الانبیاومہبطِ وحی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں، عبدالمطلب کی اولاد میں ان کوقبولِ اسلام کا شرف حاصل ہوا، ایسا لگتا ہے کہ وہ بعثتِ نبوی اوراسلام کے ظہور کے آغاز ہی سے مومنہ صادقہ ہوچکی تھیں، کم ازکم وانذر عشیر تک الاقربین کے نزول کے وقت توضرورمشرف باسلام ہوچکی تھیں، حضرت زبیر نے ان ہی کی آغوشِ تربیت میں ہوش سنبھالا۔

آپؓ اپنی ابتدائی عمرہی سے مکہ میں اسلام کا چرچہ سننے لگے تھے، ابتداءً حضوراکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خفیہ طریقے پر اشاعتِ توحید اورتبلیغِ اسلام کا فریضہ انجام دے رہے تھے، شب وروز کی محنت سے چند افراد ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے، جوبھی ایمان لاتا وہ خودبھی اس فریضہ کی انجام دہی میں مشغول ہوجاتا۔ چناں چہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے اپنے مخلص وجاں نثار دوست حضرت ابوبکرصدیقؓ کے سامنے اسلام کوپیش کیا توآپؓ کسی قسم کی پس وپیش کیے

بغیر ایمانی حلقے میں شامل ہو گئے اور خود کو مؤمنین کے زمرے میں شامل کر کے دوسروں کو ایمان کی دعوت دینے میں لگ گئے، آپ کی محنت سے کئی افراد نے ایمان قبول کیا اور شمعِ رسالت کے پروانوں میں شامل ہو گئے۔ حضرت زبیرؓ بھی ان ہی افراد میں سے ہیں جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی محنت سے ایمان قبول کیا، آپؓ سولہ سال کی عمر ہی میں حلقۂ اسلام میں شامل ہو گئے اور "السابقون الاولون" میں آپؓ کا چوتھا نمبر رہا۔ (اصحاب الرسول: ۴۵۵)

ہجرت

حضرت زبیرؓ کا چچا نوفل بن خویلد بن اسد اپنے کفر میں بڑا پکا تھا، اس کو جب علم ہوا کہ حضرت زبیرؓ نے آبا و اجداد کا مذہب ترک کر کے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دین قبول کر لیا ہے تو اس نے دوبارہ آپ کو کفر کی طرف موڑنے کے لیے ظلم و ستم اور تشدد کی حد کر دی؛ مگر صداقتِ ایمانی اور جوشِ اسلامی کے سامنے تشدد کے جھونکے بے اثر ثابت ہوئے، آپ کا چچا نوفل آپ کو بے دریغ مارتا پیٹتا اور بعض اوقات چٹائی میں لپیٹ کر لٹکا دیتا اور اذیت دینے کے لیے نیچے سے دھونی دیتا، اس دردناک عذاب کی وجہ سے آپ بے تاب ہو کر چیخ مارتے اور کہتے: مار ڈالو؛ مگر میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو نہیں چھوڑوں گا۔

تمام قبائلِ قریش میں یہی حالت تھی، ہر قبیلہ کے لوگ اپنے خاندان کے نو مسلموں کو طرح طرح کی اذیتیں دیتے اور اس طرح انہیں اسلام سے ارتداد پر

مجبور کرتے، جب ان کا ظلم ناقابلِ برداشت ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا: تم حبشہ کی طرف خاموشی سے نکل جاؤ، وہاں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔اس اجازت کے بعد شعبان ۵ سنہ نبوی میں گیارہ مردوں اور چار عورتوں کا جو قافلہ چھپ چھپا کر حبشہ پہنچا، اس میں بیس سالہ نوجوان حضرت زبیرؓ بھی تھے جو اپنے چچا نوفل اور دوسرے مشرکین کے تعاقب کے باوجود شعیبہ کی بندرگاہ پر کشتی مل جانے کی وجہ سے مکہ سے نکل آنے میں کامیاب ہوگئے تھے، اس کے بعد رمضان میں حبشہ کے مہاجرین کو یہ خبریں ملیں کہ مشرکینِ مکہ مسلمان ہوگئے ہیں تو حضرت زبیرؓ بھی چند دوسرے مہاجرین کے ساتھ شوال ۵ سنہ نبوی میں واپس آگئے؛ مگر یہ افواہ تھی جو حرم میں سورۃ النجم کی تلاوت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کافروں کے بے اختیار سجدے میں گرنے کی وجہ سے پھیل گئی تھی۔

ربیع الاول سن ۱۳ نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت فرمائی تو حضرت زبیرؓ تجارتی سلسلے میں شام گئے ہوئے تھے، اس سلسلے میں امام بخاری نے آپ کے صاحبزادے حضرت عروہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (ہجرت کے سفر میں) حضرت زبیرؓ سے ملے جو مسلمان تاجروں کے ساتھ اس وقت ملکِ شام سے واپس آرہے تھے، حضرت زبیرؓ نے (اپنا کچھ سامان کھولا اور) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے۔

اس کے بعد حضرت زبیرؓ مکہ پہنچے اور مدینہ جانے کی تیاری کرنے لگے، وہ شاید تقریباً چالیس مسلمانوں کے ہجرت کرنے کے بعد آٹھویں جماعت میں شامل ہوئے، اس میں حضرت ابوسبرہؓ اور حضرت منذرؓ بھی شامل تھے، آپ نے اپنی والدۂ محترمہ حضرت صفیہؓ کو ہمراہ لیا اور یہ (والدہ کے ساتھ ہجرت کرنا) آپ کی خصوصیت سمجھی جاتی ہے، آپ کی زوجۂ محترمہ حضرت اسماء بنت ابوبکر بھی سفرِ ہجرت میں ساتھ رہیں اور قباء میں قیام کیا۔ بخاری میں ہے:

حضرت زبیرؓ نے مدینہ آکر قبا میں قیام کیا، حضرت اسماء حاملہ تھیں، یہیں عبداللہ پیدا ہوئے، مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی، حضرت اسماء نومولود بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں، آپ نے گود میں لے لیا اور اپنے ہاتھ سے گھٹی پلائی، ہجرت کے بعد مسلمان گھرانے میں جو بچے پیدا ہوئے یہ ان میں سب سے پہلے تھے۔ (اصحاب الرسول:۴۵۶)

مواخات و بھائی چارگی

جب مسلمان مکہ سے مدینہ ہجرت کر آئے تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار ومہاجرین کے درمیان رشتۂ اخوت قائم کیا اور تمام مسلمانوں کو آپس میں ایک بدن کی طرح رنج وغم کا شریک، مونس وغمگسار بنا دیا، چناں چہ اسی اخوت کو قائم کرتے ہوئے مکہ کی زندگی میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر کو حضرت طلحہؓ کا بھائی بنایا تھا؛ مگر مدینہ آکر جب مہاجرین وانصار کے درمیان اخوت قائم ہوئی تو حضرت

زبیرؓ کو حضرت سلامہ بن وقشؓ کا بھائی بنایا گیا۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۱۷۔ زبیر بن عوام: ۳۵)

غزوات

مکہ سے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آ گئے، اور مدینہ آ کر عزت، امن واطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے، مشرکینِ مکہ کو مسلمانوں کی یہ عزت اور ان کا چین واطمینان سے رہنا گوارا نہ ہو سکا اور وہ دل ہی دل میں کڑھنے لگے، اسی حسد کی آگ نے انہیں کئی مرتبہ میدانِ کارزار میں لا کھڑا کیا، حضرت زبیرؓ چوں کہ اپنی والدہ حضرت صفیہؓ کی پرورش کے نتیجے میں نڈر اور باہمت ہو گئے تھے؛ لہٰذا ابتدا ہی سے تمام اسلامی لڑائیوں میں شرکت کرتے رہے اور ہمہ وقت اسلام اور مبلّغِ اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے مستعد رہتے، اللہ کے راستے میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر کبھی بھی اپنی جان کی پرواہ نہیں کی۔

غزوۂ بدر، ۱۷/ رمضان ۲ھ مطابق: ۱۳/ مارچ ۶۲۴ء

حق وباطل کے درمیان سب سے پہلے بپا ہونے والا معرکہ ۲ھ میں غزوۂ بدر کی شکل میں برپا ہوا، جس میں کفار اور مشرکین، اسلام اور اہلِ اسلام کے مقابلے میں بڑے زور وشور اور پوری تیاری کے ساتھ آئے تھے، اور ان کا پورا عزم تھا کہ آج اسلام اور اہلِ اسلام کا خاتمہ کر دیں گے، دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے اور بڑی گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ حضرت زبیر نے بھی اس جنگ میں بڑے بہادرانہ کارنامے انجام دیے، اور کئی ایک دشمنانِ اسلام کو جہنم رسید کیا، جدھر نکل

جاتے صفوں کی صفیں درہم برہم کردیتے، آپ ؓ نے اس غزوے میں سب سے ممتاز زرد رنگ کا عمامہ پہن رکھا تھا، چناں چہ جب فرشتے اس غزوہ میں شریک ہوئے تو ان کے سروں پر بھی زرد رنگ کے عمامے تھے۔

دشمن کی صف میں سے کسی سورما نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر للکارا تو حضرت زبیر ؓ اس پر باز کی طرح جھپٹے اور وہیں دونوں آپس میں گتھم گتھا ہوئے، دونوں لڑھکتے ہوئے نیچے کی طرف آنے لگے، حضور اکرم ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ان دونوں میں جو پہلے نیچے پہنچے گا وہ مارا جائے گا، چناں چہ پہلے وہ بدبخت سورما نیچے گرا اور اوپر سے حضرت زبیر ؓ نے اس پر حملہ کیا اور اسے واصلِ جہنم کردیا۔ اسی طرح ایک دوسرے بہادر عبید بن سعید نامی شخص پر حملہ کیا اور اسے بھی جہنم کا رخ دکھایا، اس شخص نے سوائے دو آنکھوں کے پورا بدن زرہ میں چھپا رکھا تھا، صرف دو آنکھیں ہی صاف نظر آتی تھیں، آپ نے بڑی چالاکی سے تاک کر اس کی آنکھوں میں نیزہ مارا جو دماغ تک گھستا چلا گیا اس خوفناک وار سے وہ زمین پر گرا اور دم توڑ گیا، آپ نے اس کے سینے پر پیر رکھ کر وہ نیزہ پوری طاقت سے باہر کھینچا۔ آپ کا یہ وار اتنا سخت تھا کہ نکالتے وقت نیزے کی نوک ٹیڑھی ہوگئی۔ حضرت زبیر ؓ کی ہمت بڑھانے کے لیے آپ ﷺ نے وہ نیزہ رکھ لیا جو بطورِ تبرک کے خلفائے راشدین کے پاس رہا، بعد میں حضرت زبیر ؓ کے ورثا کو دے دیا گیا۔ اس جنگ میں آپ اتنی جاں فشانی سے لڑے کہ سارا بدن زخموں سے چور چور ہوگیا، ایک زخم

تو اتنا گہرا لگا کہ اس کا نشان ہمیشہ باقی رہا۔ روایت میں ہے کہ حضرت زبیر کے بیٹے عبداللہ اس میں انگلی ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ (زبیر بن عوام:۹۔ الزبیر بن العوام: ۴۰)

غزوۂ احد، ۷/ شوال ۳ھ، مطابق: ۲۳/ مارچ ۶۲۵ء

جب غزوۂ بدر میں مشرکین کا لشکر ہزیمت خوردہ ہوکر لوٹا تو ان کے دلوں میں انتقام کی چنگاری بھڑک اٹھی، جس نے انہیں دوبارہ مقابلہ کرنے پر مجبور کردیا اور تیسرے سال پھر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے احد پہنچے، اس غزوے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلوار میان سے نکال کر اعلان فرمایا کہ کون ہے جو اس تلوار کے حق کو ادا کرسکے؟ تین مرتبہ آپ نے یہ اعلان فرمایا، حضرت زبیرؓ اس خوش نصیبی کو حاصل کرنے کے لیے تینوں مرتبہ کھڑے ہوئے؛ مگر تقدیر میں نہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ تلوار حضرت ابودجانہ کو مرحمت فرمادی۔ اس غزوے میں ابتداءً تو اہلِ اسلام کا غلبہ رہا؛ مگر کچھ اصحاب (جن کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹیلے پر پہرہ داری کے لیے متعین کیا تھا) کی اجتہادی خطا سے جنگ کا پانسا پلٹ گیا، ادھر لشکرِ قریش کے ایک فوجی کمانڈر خالد بن ولید نے اس ٹیلے کو خالی پایا تو ادھر سے مسلمانوں پر چڑھائی کردی، اس اچانک حملہ سے مسلمانوں کے اوسان خطا ہوگئے اور جس کا جدھر رخ تھا نکل کھڑا ہوا؛ لیکن ایسے ہولناک اور سخت مصیبت کے وقت جاں نثار صحابہ کی ایک ٹولی وہ تھی جو کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رہی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلقہ بنا کر گھیرے میں لے لیا، اور یہ لوگ آخری دم تک آپ کی

حفاظت کرتے رہے، ان ہی وفادار وجاں نثار صحابہ میں سے ایک حضرت زبیر بن عوامؓ بھی تھے۔ (الزبیر بن العوام: ۴۳)

غزوۂ خندق، ذی قعدہ ۵ھ، مطابق: مارچ ۶۲۷ء

ابھی جنگِ احد کو دو سال ہی گذرے تھے کہ قریش کو پھر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے یہودیوں نے ورغلایا، اب کی بار مشرکینِ مکہ تمام قبائلِ عرب کو لے کر مدینہ کی جانب روانہ ہوئے اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ اس مرتبہ جو کچھ بھی ہو مسلمانوں کا نام ونشان مٹادیں گے، جب آپ کو قریش کے اس برے ارادے اور لشکر کشی کی خبر ہوئی تو آپ نے اپنے وفادار ووفا شعار صحابہ کو جمع کیا اور ان سے اس معاملہ میں مشورہ کیا، ہر ایک نے مشورہ دیا، ان صحابہ میں ایک فارس سے آئے ہوئے حضرت سلمانؓ بھی تھے، انہوں نے مدینہ کے ان حصوں میں جو کھلے تھے کسی قسم کی آڑ نہ تھی؛ خندق کھودنے کا مشورہ دیا، چناں چہ ان کے اس مشورے کو سبھی نے سراہا اور تمام صحابہؓ خندق کھودنے میں مشغول ہو گئے۔ اسی خندق کی وجہ سے اس غزوہ کو ''غزوۂ خندق'' اور مختلف قبائل کی شرکت کی وجہ سے ''غزوۂ احزاب'' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کفار کا لشکر آیا اور خندق کی وجہ سے مدینے میں داخل نہ ہو سکا، محاصرہ کر دیا اور کئی دن مدینہ کا محاصرہ کیے رہے؛ مگر مسلمانوں کی ثابت قدمی اور پائے استقلال کی وجہ سے مجبور ہو کر الٹے پاؤں لوٹنا پڑا۔ اس محاصرہ کے وقت حضرت زبیرؓ کو عورتوں کی حفاظت پر مامور کیا گیا تھا۔

اسی غزوہ میں مدینہ میں آباد یہودیوں کا ایک قبیلہ بنو قریظہ اپنے عہد سے پھر گیا اور اس نے غداری کی، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حال سے باخبر ہونے کے لیے اعلان کیا: کوئی ہے جو اس قبیلہ کی خبر لا سکے؟ آپ نے یہ اعلان تین مرتبہ فرمایا؛ مگر سخت سردی اور فاقہ کشی کی وجہ سے کوئی جانے کی ہمت نہ کر سکا، بالآخر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو پیش کیا، ایسے خوفناک اور پُر خطر ماحول میں یہودیوں کے قبیلہ میں جانا خطرہ سے خالی نہ تھا؛ مگر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو بے خطر اس کے لیے پیش کر دیا، آپ کی یہ مستعدی دیکھ کر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لکل نبي حواري وإن حواري الزبير"، کہ ہر نبی کا حواری (وفادار دوست) ہوتا ہے، میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ اسی غزوے میں آپ کی ہمت وجرأت اور جاں نثاری ووفاداری کو دیکھ کر فرمایا: "فداک أبي وأمي" میرے ماں باپ تم پر قربان۔ یہ ارشادِ گرامی ہی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لیے کافی ہے۔

(الزبیر بن العوام: ۴۸ تا ۵۱۔ زبیر بن عوام: ۱۱)

غزوۂ خیبر، محرم، جمادی الاولیٰ ۷ھ

ان مذکورہ غزوات کے علاوہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ وقتاً فوقتاً چھوٹی بڑی لڑائیوں میں شریک ہوتے رہے، اور بیعتِ رضوان سے بھی مشرف ہوئے، بالآخر ایک دن وہ آیا کہ جس میں خیبر میں متمکن یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کا معرکہ ہوا، جب مسلمان خیبر پہنچے اور وہاں یہودیوں سے ٹکراؤ ہوا تو ان کا مشہور سردار مرحب

حضرت علیؓ کے ہاتھوں مارا گیا، پھر اس کا بھائی یاسر میدان میں آیا، یہ بڑے ڈیل ڈول والا ہٹا کٹا پہلوان تھا، اس نے آکر مسلمانوں کو للکارا، اس سے مقابلے کے لیے حضرت زبیرؓ میدان میں آئے، جب آپ کی والدہ حضرت صفیہؓ نے اپنے لختِ جگر اور نورِ نظر کو میدانِ جنگ میں ایک شہ زور پہلوان کے مقابل دیکھا تو بڑی بے چین ہو گئیں اور کہنے لگیں: آج میرا لختِ جگر مجھ سے جدا ہو جائے گا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو تسلی دیتے رہے، اور فرمایا: نہیں، زبیر ہی اس کو قتل کرے گا۔ حضرت زبیرؓ آگے بڑھے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نامور پہلوان کو واصلِ جہنم کر دیا۔ (الزبیر بن العوام: ۵۵)

فتحِ مکہ، ۲۰/ رمضان المبارک ۸ھ، مطابق: ۱۱/ جنوری ۶۳۰ء

جب غزوۂ خیبر سے فراغت حاصل ہوئی تو اب مسلمان مکہ کی طرف متوجہ ہو گئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتحِ مکہ کی تیاری شروع فرمادی، ایک مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے کچھ اعزا مکہ میں رہتے تھے، جب انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو اپنے رشتہ داروں کا خیال کرتے ہوئے مدینہ کے تمام حالات لکھ کر ایک عورت کو خبر پہنچانے کے لیے روانہ کر دیا، ابھی وہ عورت راستہ میں ہی تھی کہ بذریعۂ وحی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ یا حضرت مقدادؓ کو حکم دیا کہ فوراً جائیں اور روضۂ خاخ پر پہنچیں، جہاں وہ عورت ملے گی جو حاطب کا خط لیے جا رہی ہے،

چناں چہ یہ حضرات روضۂ خاخ پر پہنچے اور اس عورت کو وہیں روک کر اس کے ساز وسامان کی تلاشی لی اور جب خط نہ ملا تو عورت کو دھمکی دی کہ یا تو خط حوالہ کردے؛ ورنہ برہنہ کرکے تلاشی لی جائے گی، آخر عورت نے سر کھولا اور بالوں میں بندھے ہوئے گچھے میں سے خط نکال کر حضرت علیؓ کے حوالہ کیا جس کو لے کر یہ حضرات واپس ہوئے، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خط پیش ہوا تو حضرت حاطبؓ کی طلبی ہوئی۔

اس خط کے متعلق تفتیش ہوئی، حضرت حاطبؓ نے فرمایا کہ: یارسول اللہ! یہ خط میرا ہے؛ مگر الحمدللہ میں مسلمان ہوں اور جو حرکت مجھ سے سرزد ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ میں قریش سے نہیں ہوں اور میرے اہل وعیال مکہ میں ہیں، اس وقت میرے بچوں کی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہیں، چناں چہ میں نے اپنے اہل وعیال کے خاطر مکہ والوں پر یہ احسان کرنا چاہا، اور میں سمجھتا تھا کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو ضرور فتح حاصل ہوگی، دشمنوں کو اطلاع دیں یا نہ دیں؛ بہرحال بول بالا اسلام ہی کا ہوگا، پس بہ لحاظ ''مفت کرم داشتن'' میں نے ایسا کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے عرض بھی کیا کہ: یارسول اللہ! اجازت دیجیے کہ اس منافق کی گردن اڑادوں؛ مگر جب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمایا کہ: ''اے عمر! تمھیں کیا خبر ہے جنگِ بدر میں شریک ہونے والے مسلمان کس رتبہ کے ہیں جن کے بارے میں حق تعالیٰ نے یوں کہہ دیا کہ جو چاہو کرو میں تمھیں بخش

چکا''۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ پر گریہ طاری ہوگیا اور کہنے لگے کہ: ''اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں'' الغرض حضرت حاطبؓ کا قصور معاف کر دیا گیا۔

جب بڑی خاموشی سے تیاریاں ہوگئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۸ھ میں دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کی جانب کوچ فرمایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ صلصل پہنچے تو حضرت زبیرؓ کو دو سو سواروں کے ساتھ آگے روانہ فرمایا، اور بقول ابنِ کثیر: لشکر بجائے خشکی کے راستے کے بحری راستے سے بھیجا گیا؛ تاکہ نواحِ مکہ میں پہنچنے تک قریش کو خبر نہ ہو۔

غزوۂ حنین و دیگر لڑائیاں

فتحِ مکہ کے بعد جب قریش کا دم خم نکل گیا اور اہلِ مکہ ''بجز چند'' توحید کے رشتے میں بندھ گئے، صنم خانے مسمار ہوگئے اور بتوں کی خدائی ختم ہوگئی، تو مکہ کے قرب وجوار میں آباد دو طاقتور قبیلے بنو ہوازن اور بنو ثقیف کے جذبات نے انگڑائی لیں اور یہ دونوں قبیلے لڑائی کی تیاریاں کرنے لگے اور دیگر قبائل کو بھی مسلمان کے خلاف بھڑکانے لگے، جب تیاری مکمل ہوچکی تو اوطاس کی وادی میں اپنا لشکر جمع کیا جن کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے، بنو ہوازن کی یہ تیاریاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتی رہتی تھیں، آپؐ بھی فتحِ مکہ کے انیس دن کے بعد ۶ / شوال ۸ھ بروز ہفتہ بارہ ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے، جس میں کچھ نو مسلم اور وہ لوگ بھی تھے جو ابھی تک ایمان کی دولت سے محروم تھے، اس غزوہ میں ابتداءً تو مسلمانوں کو شکست

ہوئی؛ مگر دوبارہ اکٹھے ہوکر حملہ کیا تو فتح یاب ہوئے۔ روایت میں آتا ہے کہ: جب حضرت زبیرؓ اس وادی میں پہنچے جہاں دشمنوں کا لشکر چھپا ہوا تھا، تو دشمنوں کے ایک دستہ نے دیکھ کر آپ کو پہچان لیا اور آپس میں کہنے لگے: ہوشیار ہوجاؤ، یہ لمبا تڑنگا انسان زبیر ہی ہے، اس کے ماسوا اور کوئی نہیں ہوسکتا، اس کا حملہ بڑے زور کا ہوتا ہے، اس قسم کی باتیں کرتے ہوئے حضرت زبیر پر ٹوٹ پڑے، حضرت زبیر تنِ تنہا اس زور سے حملہ آور ہوئے اور مقابلہ کیا کہ اس دستے کے چھکے چھڑا دیے۔

اسی طرح حضرت زبیرؓ طائف وتبوک کے غزوات میں شریک ہوئے اور اس قسم کی دیگر چھوٹی بڑی جنگوں میں بھی شرکت فرمائی اور نہایت دلیری اور بہادری کا مظاہرہ کیا، ۱۰ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں بھی قدم بہ قدم ساتھ رہے۔

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں

حج سے واپس آنے کے بعد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابوبکر صدیق مسند آرائے خلافت ہوئے، حضرت زبیرؓ نے خلیفۂ اول کے دست حق پرست پر بیعت فرمائی اور قدم قدم پر ان کا بھرپور تعاون فرمایا۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمر کے عہد میں جنگِ یرموک کا حیرت انگیز کارنامہ

سوا دو برس خلافت کی باگ ڈور سنبھال کر خلیفۂ اول بھی رہ گزینِ عالمِ جاودانی ہوئے، ان کے بعد حضرت عمرؓ بن خطاب نے مسندِ خلافت پر قدم رکھا،

ویسے تو خلیفۂ اول کے دور ہی سے فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا؛ مگر حضرت عمرؓ نے اس کو اور بھی زیادہ وسیع کر دیا، حضرت زبیرؓ کا دل اگرچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے افسردہ ہو چکا تھا؛ تاہم ایک مردِ میدان اور جانباز بہادر کے لیے اس جوش وولولہ کے وقت عزلت نشین رہنا سخت دشوار تھا، خلیفۂ وقت سے اجازت لے کر شامی رزم گاہ میں شریک ہوئے، یہ وہ وقت تھا جب کہ میدانِ یرموک میں شام کی قسمت کا آخری فیصلہ ہونے والا تھا، دورانِ جنگ کچھ حضرات نے کہا کہ: اگر آپ حملہ کر کے غنیم میں گھس جائیں تو ہم بھی آپ کا ضرور تعاون کریں گے، حضرت زبیرؓ نے عرض کیا کہ تم لوگ میرا ساتھ نہیں دے سکتے ہو، لوگوں نے عہد کیا تو اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے تنہا اِس پار سے اُس پار نکل گئے، اور ان لوگوں میں سے کوئی بھی آپ کی مدد نہ کرسکا، جب آپ واپس ہوئے تو آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر رومیوں نے آپ کو نرغے میں لے لیا اور سخت زخمی کیا، گردن پر دو زخم اس قدر کاری لگے کہ وہ اچھے ہونے کے بعد بھی گڑھے بن کر باقی رہ گئے، آپ کے صاحبزادے عروہ فرماتے ہیں کہ: غزوۂ بدر کے زخم کے بعد یہ دوسرے زخم کا گڑھا تھا جس میں ہم بچپن میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ الغرض ان ہی حیرت انگیز کارناموں کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں کی ٹڈی دل فوج میدانِ کارزار سے بھاگ کھڑی ہوئی اور فرزندانِ توحید تمام ملکِ شام کے وارث بن گئے۔ (بخاری شریف، کتاب المغازی بحوالہ سیر الصحابہ ۲/۸۸)

فسطاط کی فتح

فتحِ شام کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں حملہ ہوا، آپ نے چھوٹے چھوٹے مقامات کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کا محاصرہ کرلیا اور قلعہ کی مضبوطی، نیز فوج کی قلت دیکھ کر دربارِ خلافت سے اعانت طلب کی، امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے، ان افسران میں حضرت زبیر بھی تھے۔ آپ کے رتبہ کی بنا پر حضرت عمرو بن عاص نے آپ کو بھی افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات آپ کے سپرد کردیے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سات مہینہ تک قسم قسم کے حربے استعمال کرتے رہے؛ مگر فتح وشکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا، آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دن تنگ آکر کہا کہ: آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں، یہ کہہ کر ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، چند اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا ساتھ دیا، جب سب فصیل پر پہنچ گئے تو سب نے مل کر اتنا زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ قلعہ کی زمین دہل اٹھی، عیسائی یہ سمجھ کر کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے بدحواس ہوکر بھاگے، ادھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر گھس آئی، مقوقس حاکمِ مصر نے صلح کی درخواست پیش کی تو اسی وقت سب کو امان دے دی گئی۔ (فتوح البلدان: ۲۲۰ بحوالہ سیر الصحابہ ۸۹/۲)

اسکندریہ کی تسخیر

جب فسطاط فتح ہوگیا تو اسلامی فوج نے اسکندریہ کا رُخ کیا اور مدتوں قلعہ

کا محاصرہ کیے پڑی رہی؛ لیکن جس قدر زیادہ دن گذرتے جارہے تھے، اسی قدر دربارِ خلافت سے اس کے جلد فتح کر لینے کا تقاضا بڑھتا جاتا تھا، غرض ایک روز حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے آخری اور قطعی حملہ کا ارادہ کرلیا اور حضرت زبیر اور مسلمہ بن مخلد کو فوج کا ہراول بنا کر اس زور سے یورش کی کہ ایک ہی حملہ میں شہر فتح ہوگیا۔

(مہاجرین:۸۵)

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں

جب ۲۳ھ میں خلیفۂ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مجوسی کے ہاتھ سے ناگہانی طور پر سخت زخمی ہوئے تو عہدۂ خلافت کے لیے چھ آدمیوں کے نام پیش کیے اور فرمایا کہ: حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخیر تک ان سے راضی رہے تھے، ان چھ حضرات میں ایک حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، تین دن کی مسلسل گفت وشنید اور بحث ومباحثہ کے بعد شوریٰ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اس مسند پر بٹھایا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی بہ صدد ل وجاں اس انتخاب کو تسلیم کر کے بیعت کرلی۔

خلیفۂ ثالث کے عہد میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نہایت سکون وخاموشی کی زندگی بسر کی اور کسی قسم کی ملکی مہم میں شریک نہیں ہوئے، جب ۳۵ھ میں مصری مفسدوں نے بارگاہِ خلافت کا محاصرہ کیا تو انہوں نے اپنے بڑے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کی مساعدت وحفاظت پر مامور کردیا۔

غرض ۱۸/ذی الحجہ جمعہ کے روز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مفسدین کے ہاتھوں شہید

ہوئے۔ حضرت زبیرؓ نے حسبِ وصیت پوشیدہ طریقہ پر رات کے وقت نمازِ جنازہ ادا کی اور مضافاتِ مدینہ میں حش کوکب نامی ایک مقام میں سپردِ خاک کیا۔

خلیفۂ رابع حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ

اس کے بعد مسندِ خلافت پر حضرت علیؓ آئے؛ لیکن حضرت علیؓ کی مسند نشینی کے دور میں مدینہ میں امن وامان قائم نہ تھا، سبائی فرقہ فتنہ وفساد کے نئے نئے کرشمے دکھاتا رہتا تھا، حضرت علیؓ نے ان کے فتنہ کو ختم کرنے کی بہت کوشش کی؛ مگر کامیابی نہ مل سکی۔ حضرت زبیرؓ ۔جو اساطینِ امت میں سے تھے۔کب تک اس شورش وہنگامہ آرائی کا تماشہ دیکھتے، اصلاحِ حال اور رفعِ فساد کا انتظار کرتے کرتے کامل چار ماہ گذر گئے؛ لیکن امن وسکون کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی، آخر تھک کر ہار کر حضرت طلحہؓ کو ساتھ لیا اور حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قاتلینِ عثمان پر اقامتِ حدود کا مطالبہ کیا؛ مگر وہاں سے بھی مایوس کن جواب پاکر اس شورش کو دفع کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ حج کے ارادے سے مکہ آئی تھیں اور مدینہ میں ہونے والی شورشوں کا حال سن کر یہیں مقیم تھیں، یہ دونوں حضرات، حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدینہ کا سب حال سنا ڈالا، تو ام المؤمنین نے فرمایا: ''تو پھر کوئی رائے قائم کرکے اس شورش کو فرو کرنا چاہیے''۔غرض تھوڑی دیر کی بحث ومباحثہ کے بعد علمِ اصلاح بلند کرنے پر سب کا اتفاق ہوا، بنوامیہ بھی جو

مدینہ سے بھاگ کر یہاں مجتمع ہو گئے تھے جوشِ انتقام میں ساتھ ہو گئے اور اس طرح داعیانِ اصلاح کی ایک ہزار افراد کی جماعت جانبِ بصرہ روانہ ہوئی؛ تاکہ وہاں سے اپنی قوت مضبوط کر کے مدینہ کا رُخ کرے۔

حضرت طلحہ وزبیرؓ نے اہلِ کوفہ کو بھی خطوط لکھ کر شرکت کی ترغیب دی؛ لیکن وہاں حضرت حسنؓ نے پہنچ کر پہلے ہی لوگوں کو اپنا طرفدار بنا رکھا تھا، ادھر تقریباً نو ہزار کی عظیم الشان جمعیت مقامِ ذی قار میں حضرت علیؓ کی فوج سے مل کر بصرہ کی طرف بڑھی۔ حضرت طلحہؓ وزبیرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اپنی فوج کو مرتب اور منظم کر کے آگے بڑھایا، ۱۰/ جمادی الآخر ۳۶ھ جمعرات کے دن دونوں فوجیں آمنے سامنے ہو گئیں۔ کیسا عبرت انگیز نظارہ تھا، چند دن بیشتر جو لوگ بھائی بھائی تھے، آج باہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر غیظ وغضب سے اپنے مقابل کو گھور رہے ہیں؛ لیکن ذاتی مخاصمت وعداوت سے نہیں؛ بلکہ حق وصداقت کے جوش میں، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی قبیلہ کے کچھ آدمی اس طرف ہیں تو کچھ اس طرف، چوں کہ دونوں جماعتوں کے سربراہوں کے پیشِ نظر اصلاح تھی، اس لیے پہلے مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی۔ صلح تقریباً طے ہو چکی، ادھر شر پسندوں کو اس کا علم ہوا تو انھوں نے دھوکے سے لڑائی شروع کر دی، گھمسان کا رن پڑا، حضرت علیؓ تنہا گھوڑا آگے بڑھا کر بیچ میدان میں آئے اور حضرت زبیرؓ کو بلا کر کہا: ابو عبداللہ! تمہیں وہ دن یاد ہے جب کہ ہم اور تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیے

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے گذرے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم اس کو دوست رکھتے ہو؟ تم نے عرض کیا تھا، ہاں! یارسول اللہ، یاد کرو اس وقت تم سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: ایک دن تم اسی سے ناحق لڑو گے، حضرت زبیرؓ نے جواب دیا: ہاں! اب مجھے یاد آیا۔

حضرت علیؓ تو صرف ایک بات یاد دلا کر پھر اپنی جگہ چلے گئے؛ لیکن حضرت زبیرؓ کے قلبِ حق پرست میں ایک سخت تلاطم برپا ہوگیا، تمام عزائم اور ارادے فسخ ہوگئے، ام المؤمنینؓ کے پاس آکر کہنے لگے: ''میں برسرِ غلط تھا''، علیؓ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقولہ یاد دلایا، حضرت عائشہؓ نے پوچھا: پھر اب کیا ارادہ ہے؟ بولے: ''اب میں اس جھگڑے سے کنارہ کش ہوتا ہوں''۔ حضرت زبیرؓ کے صاحب زادے: عبداللہ نے کہا: آپ ہم لوگوں کو دو گڑھوں کے درمیان پھنسا کر خود حضرت علیؓ کے خوف سے بھاگنا چاہتے ہیں؟ حضرت زبیرؓ نے کہا: میں قسم کھاتا ہوں کہ علیؓ سے نہیں لڑوں گا! حضرت عبداللہؓ نے کہا: قسم کا کفارہ ممکن ہے، اور اپنے غلام کو بلا کر آزاد کردیا؛ لیکن حواریٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل اچاٹ ہو چکا تھا، کہنے لگے: جانِ پدر! علیؓ نے ایسی بات یاد دلائی کہ تمام جوش فرو ہوگیا، بے شک ہم حق پر نہیں ہیں، آؤ تم بھی میرا ساتھ دو۔ حضرت عبداللہؓ نے انکار کردیا تو تنہا بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے؛ تاکہ وہاں سے اپنا اسباب وسامان لے کر حجاز کی طرف نکل جائیں۔ (مہاجرین:۸۶)

واقعۂ شہادت

قیس بن احنف کی نگاہ ان پر پڑی تو ان کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا کہ حضرت زبیرؓ تنِ تنہا اس سمت کس ارادے سے تشریف لے جارہے ہیں، چناں چہ انہوں نے حالات معلوم کرنے کے لیے عمرو ابن جرموز کو ان کے پیچھے بھیجا، یہ ہتھیار سے لیس تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکر ان سے جاملا اور ان سے کسی موضوع پر گفتگو کرنے لگا۔ حضرت زبیرؓ اس سے بالکل مطمئن تھے، حالاں کہ وہ شخص اپنے دل میں برا ارادہ چھپائے ہوئے تھا، راستے میں ایک مقام وادئ سباع میں نماز کا وقت آیا، حضرت زبیرؓ جب وہاں نماز کے ارادے سے ٹھہرے تو یہ بھی آپ کے ساتھ رک گیا۔ جب حضرت زبیرؓ نماز میں اپنے مولائے حقیقی سے گفت وشنید کرتے ہوئے کامل عبدیت کے اظہار کے خاطر اپنے خالق کے سامنے سربسجود ہوئے تو اِس بدبخت شخص نے موقع کو غنیمت جان کر حضرت زبیرؓ کا سرتن سے جدا کردیا۔

آخر کار یہ مجاہدِ اعظم اور حواریٔ رسول وادئ سباع میں ۔جوکہ بصرہ سے سات فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ بروز جمعرات ۱۰/ جمادی الآخر ۳۶ھ کو تقریباً چونسٹھ سالہ زندگی اللہ اور اس کے رسول کے نام پر قربان کرکے اس دنیا کو خیر باد کہہ گیا اور وادئ سباع کی سنسان گھاٹیوں میں دفن کردیا گیا۔ ’’إنا لله وإنا إليه راجعون‘‘. (الریاض النضرۃ: ۲/ ۲۷۴۔ اسد الغابۃ ۲/ ۲۷۳۔ زبیر بن عوام: ۲۸)

قاتلِ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہنم میں

جب قاتل عمرو بن جرموز حضرت زبیرؓ کے قتل کی خبر لے کر حاضر ہوا تو حضرت علیؓ نے فرمایا: او کمبخت قاتلِ زبیر! تجھے جہنم کی بشارت ہو۔ (اصحاب الرسول: ۵: ۲۳)

ازواج و اولاد

ازواج:

حضرت زبیرؓ نے مختلف اوقات میں مختلف شادیاں کیں، جن کا تذکرہ مندرجۂ ذیل ہے:

۱۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما: ان سے حضرت زبیرؓ کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں ہوئیں۔

۲۔ حضرت ام خالد امۃ بنت خالد بن سعید بن عاص: ان کے بطن سے دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیوں کو وجود ملا۔

۳۔ حضرت رباب بنت انیف بن عبید: ان کی وساطت سے حضرت زبیر دو لڑکے اور ایک لڑکی کے والد بنے۔

۴۔ حضرت زینب بنت مرثد ابن عمرو بن عبد عمرو: ان کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے دو بیٹے عطا کیے۔

۵۔ حضرت امِ کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط: یہ پہلے عبد الرحمٰن بن عوف کے عقد میں تھیں، پھر حضرت زبیرؓ سے عقد ہوا، ان سے حضرت زبیرؓ کے یہاں

صرف ایک بیٹا پیدا ہوا۔

۶۔ حضرت حلال بنت قیس بن نوفل: یہ اولاً مطیع ابن الاسود کی زوجیت میں رہیں، پھر اسود بن ابوالبختری کے عقد میں آئیں؛ لیکن وہاں بھی زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ جدائیگی ہوگئی، پھر حضرت زبیرؓ انہیں اپنی زوجہ بنا کر اپنے گھر لائے؛ لیکن ان سے حضرت زبیرؓ کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

۷۔ تماضر بنت اصوغ: یہ حضرت زبیرؓ کے نکاح میں صرف سات روز رہیں، پھر طلاق ہوگئی۔ (طبقات ابن سعد: ۳/ ۷۰)

<u>لڑکے:</u>

مذکورہ ازواج سے آپؓ کے گیارہ لڑکے ہوئے جن کا مختصر تذکرہ ذیل میں مذکور ہے:

۱۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما: کنیت ابوبکر، سنہ ۲ھ میں مدینہ میں آپ کی پیدائش ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بقول ہجرت کے بعد مسلمانوں میں سب سے پہلی ولادت آپ ہی کی ہوئی۔

۲۔ عروہ: کنیت ابوعبداللہ، یہ بڑے فیاض تھے، مدینہ میں آپؓ نے ایک کنواں بھی کھدوایا، جس کا پانی بڑا شیریں اور ذائقہ دار تھا۔ آپ کے چھ لڑکے ہوئے: عبداللہ، عثمان، یحییٰ، عمرو، مصعب، ہشام (رحمہم اللہ تعالیٰ)

۳۔ منذر: کنیت ابوعثمان، انہیں اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ شہید کر دیا

گیا تھا۔

۴۔عاصم: لڑکپن ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۵۔مہاجر: (مذکورہ پانچوں صاحبزادے حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد ہیں)

۶۔خالد بن زبیر۔

۷۔عمر: کنیت ابوالزبیر، بڑے عالی ہمت اور بلند مرتبہ والے شخص تھے۔ (مذکورہ دونوں صاحبزادوں کی والدہ حضرت ام خالدؓ ہیں)

۸۔مصعب، کنیت: ابوعبداللہ، اشرافِ عرب میں سے تھے، جن کے آٹھ لڑکے ہوئے: جعفر، عیسیٰ، حمزہ، عکاشہ، عمرو، سعد، محمد، مصعب۔

۹۔حمزہ: اپنے بھائی کے ساتھ مکہ میں شہید ہوئے۔ (یہ دونوں حضرات رباب بنت انیف بن عبید کے بطن سے ہیں)

۱۰۔عبیدہ۔

۱۱۔جعفر: بڑے عاشق مزاج تھے۔ (یہ دونوں صاحبزادے زینب بنت مرثد سے ہیں)۔ (طبقات ابن سعد: ۳/۰۷۔ خاندانِ نبوت: ۵۷۳)

لڑکیاں:

حضرت زبیر کو اللہ تعالیٰ نے نو صاحبزادیاں عطا کی تھیں:

۱۔خدیجۂ کبریٰ: ان کی اولاً عبداللہ بن ابی ربیعہ سے شادی ہوئی، کچھ ہی

ایام گذرے کہ آپ کے شوہر چل بسے، چناں چہ دوسری شادی حضرت جبیر ابن مطعم سے ہوئی، ان سے بھی کچھ ہی ایام میں مفارقت ہوگئی، بالآخر آپ کا نکاح سائب بن جبیش سے ہوا۔

۲۔ ام الحسن: آپ کا نکاح عبد الرحمٰن بن حارث سے ہوا جن سے کئی اولاد ہوئیں۔

۳۔ عائشہ: آپ کا عقدِ نکاح ولید بن عثمان سے ہوا جن سے عبد اللہ بن ولید کی ولادت ہوئی۔

(مذکورہ تین صاحبزادیوں کی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ ہیں)۔

۴۔ حبیبہ: پہلے آپ کا عقد یعلیٰ بن امیہ السہمی سے ہوا؛ پھر عبد اللہ بن عباس بن علقمہ کے نکاح میں آئیں۔

۵۔ سودۃ: آپ کی پہلی شادی اشدق عمرو بن سعید بن عاص سے ہوئی، پھر عبد الرحمٰن بن اسود کے نکاح میں آئیں۔

۶۔ ہند: آپ کا اولاً عقد عبد الملک بن عبد اللہ سے ہوا اور ان سے آپ کے دو بچے پیدا ہوئے؛ مگر دونوں ہی صغرِ سنی میں وفات پا گئے، اس کے بعد آپ کا نکاح عباس بن عبد اللہ بن عباس سے ہوا، جن سے عون بن عباس پیدا ہوئے۔

(مذکورہ تین صاحبزادیوں کی والدہ حضرت امِ خالد ہیں)۔

۷۔ رملہ: آپ کا نکاح عثمان بن عبد اللہ بن حکیم سے ہوا اور ایک بچی کی

ولادت ہوئی تھی کہ عثمان کا انتقال ہوگیا، چناں چہ اس کے بعد خالد بن یزید کے نکاح میں آئیں۔ (ان کی والدہ ماجدہ رباب بنت انیف بن عبید ہیں)۔

۸۔ زینب: آپ کا عقدِ زوجیت عتبہ بن ابوسفیان بن حرب کے ساتھ قائم ہوا؛ مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ کی والدہ حضرت امِ کلثوم بنت عقبہ بن ابو معیط ہیں، یہ پہلے عبد الرحمٰن بن عوف کے نکاح میں تھیں اور ان سے چار صاحبزادے بھی ہوئے: محمد، ابراہیم، حمید اور اسماعیل۔

۹۔ خدیجۂ صغریٰ: آپ کا رشتۂ زوجیت ابوالیسار عمرو بن عبدالرحمٰن کے ساتھ قائم ہوا جن سے دو صاحبزادے: زبیر اور مصعب ہوئے۔ (ان کی والدہ حلال بنت قیس ہیں)۔ (الریاض النضرۃ: ۲۸۰۔ طبقات ابن سعد: ۳/ ۷۰)

آل واولاد سے محبت

حضرت زبیرؓ کو بیوی بچوں سے نہایت محبت تھی، خصوصاً حضرت عبداللہ اور ان کے بچوں کو بہت چاہتے تھے، چناں چہ اپنے مال میں سے ایک ثلث کی خاص ان کے بچوں کے لیے وصیت کی تھی، لڑکوں کی تربیت کو بھی خاص طور پر ملحوظ رکھتے تھے، جنگِ یرموک میں شریک ہوئے تو اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی ساتھ لے گئے، اس وقت ان کی عمر صرف دس سال کی تھی؛ لیکن حضرت زبیرؓ نے انہیں گھوڑے پر سوار کرواکے ایک شخص کے سپرد کر دیا اور اس سے کہہ دیا کہ اسے جنگ کے ہولناک مناظر دکھا کر جرأت وبہادری کا سبق

دے۔(سیر الصحابہ: ۲/ ۱۰۲)

دَین اور ترکہ

جب آپ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ نے سوائے کچھ زمین اور مکانات کے کچھ نقد مال نہیں چھوڑا تھا، ایک بنجر زمین تھی اور پندرہ مکانات تھے، گیارہ مدینہ میں، دو مکانات بصرہ میں، ایک گھر کوفہ میں اور ایک مصر میں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے کل ترکے کی قیمت ایک روایت کے مطابق پانچ کروڑ باون لاکھ، اور ایک روایت کے مطابق آپ کا تمام مال تین کروڑ باون لاکھ روپے تھا، جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بوقتِ وفات بائیس لاکھ کے مقروض تھے، ان کے بیٹے حضرت عبداللہ نے انتہائی کوشش کے بعد زمین کو فروخت کیا اور آپ کا پورا قرض ادا کیا، اور چار سال تک مکہ میں موسمِ حج میں اعلان کرتے رہے اور جب سارا دین چُک گیا تب ترکہ تقسیم کیا گیا۔(طبقات ابن سعد ۳/ ۷۷)

فضائل ومناقب

جنت کی بشارت:

۱۔حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ابوبکر جنت میں ہے اور عمر جنت میں ہے اور عثمان جنت میں ہے اور علی جنت میں ہے اور طلحہ جنت میں ہے اور زبیر جنت میں ہے اور عبدالرحمٰن بن عوف جنت میں ہے اور سعد بن ابی وقاص جنت میں ہے، سعید بن زید جنت میں ہے اور

ابوعبیدہ بن الجراح جنت میں ہے۔(مشکوٰۃ ۲/ ۴۷۹)

حواریٔ رسول:

۲۔حضرت جابرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ خندق کے دن فرمایا: ہمارے پاس بنی قریظہ کی خبر کون لائے گا تو زبیرؓ نے کہا: میں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ لوگوں سے دریافت کیا اور سہ بارہ دریافت کیا، ہر دفعہ حضرت زبیر ہی آمادہ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔

(مسند احمد: ۳/ ۳۰۷، بحوالہ تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام: ۵۰۱)

یہ نصیب اللہ اکبر:

۳۔حضرت جابر سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زبیر میرے پھوپھی زاد بھائی اور میرے وفادار ساتھی ہیں۔(مسند احمد ۳/ ۳۱۴ بحوالۂ مذکور)

اے کاش کہ میں ہوتا:

۴۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: حضرت زبیرؓ نے فرمایا: نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ احد میں میرے لیے اپنے والدین کو جمع فرما کر کہا: ”فداک أبي وأمي“ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔

(مسند احمد: ۱/ ۱۶۴ بحوالہ فضائل الصحابہ: ۵۳۵)

شہید ہو تو ایسا ہو:

۵۔حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جبلِ حراء پر تھے کہ اتنے میں پہاڑ حرکت کرنے لگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اے حراء! ٹھہر جا! تجھ پر نبی، صدیق اور شہید کے ماسوائے کوئی نہیں، اور اس وقت جبلِ حراء پر خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان، طلحہ، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہم تھے۔

(الخصائص: ۲/ ۴۴۷۔ الزبیر بن العوام: ۷۵)

اس کے حوصلے میں تزلزل نہ آیا

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ: حضرت عائشہؓ نے ان سے فرمایا: اے بھتیجے! میرے والدِ بزرگوار یعنی ابوبکر صدیق اور زبیر ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو مانا۔

(مسلم، رقمِ حدیث: ۲۴۱۸، طبقات ابن سعد: ۳/ ۱۰۴)

عطا ہو تو ایسی

عبد الرحمٰن بن ابی الزناد، ہشام سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیرؓ کو ایک ریشمی قبا عطا فرمائی تھی جسے پہن کر آپؓ جہاد کیا کرتے تھے۔

(تہذیب تاریخِ دمشق: ۵/ ۳۶۲، کنز العمال: ۳۳۶۲۹ بحوالہ تاریخ الاسلام: ۵۰۳)

وہ رکنِ دین ہے

حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے فرمایا: اگر میں وصیت کروں یا میں کوئی ترکہ چھوڑوں تو لوگوں میں مجھے سب سے محبوب زبیر ہیں،

وہ دین کے ارکان میں سے ایک رکن ہیں۔ (المعجم الکبیر ۱/۱۲۰ بحوالہ تاریخ الاسلام: ۵۰۴)

اسلام میں پہلی تلوار

حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ: اللہ کے لیے سب سے پہلے تلوار سونتنے والے حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ ہیں، مکہ کے قیام میں ایک روز جب انہوں نے سنا کہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دیا گیا تو تنِ تنہا تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے گھر سے نکل پڑے، جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا: اے زبیر! تمہاری یہ کیا حالت ہے؟ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قید کرلیا گیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: تو تم کیا کرتے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بخدا! میں نے ان مکہ والوں سے جنگ کا ارادہ کرلیا تھا، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ کو بھلائی کی دعا فرمائی۔

(التہذیب ۲/۲۸۱، صفوۃ الصفوۃ: ۱/۳۴۶)

مشیرِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کچھ اصحاب سے مشورہ کیا جن میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم تھے اور ان میں سے ہر ایک صاحب الرائے تھا۔ (الزبیر بن العوام: ۷۶)

حضرت زبیرؓ اور دیگر خدمات

حضرت زبیرؓ نے اپنی تمام زندگی اسلام اور اہلِ اسلام کی بڑی خدمت کی، غزوات کے علاوہ دیگر اہم ذمہ داریاں حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام اکثر آپؓ ہی کے سپرد کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص انصار کے کسی محلہ میں آیا اور کہنے لگا کہ: مجھے تمہارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا ہے اور تمہارے نام یہ پیغام بھی بھیجا ہے کہ تم لوگ اپنی فلانی عورت سے نکاح کرادو (حالاں کہ اس شخص کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں بھیجا تھا) جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ: جاؤ! اگر وہ تمہاری پکڑ میں آجائے تو اُسے قتل کرڈالنا؛ لیکن یہ دونوں حضرات وہاں پہنچے تو اسے اس حال میں پایا کہ ایک سانپ نے اسے ڈس لیا تھا۔ (الخصائص للسیوطی ۲ / ۳۱۴)

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرائے صحابہؓ میں سے دس اصحاب کو کچھ لوگوں کے ساتھ روانہ فرمایا جو اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کررہے تھے، ان لوگوں نے ایک مقام پر اِن اصحاب سے عہد شکنی کی اور اِن دس افراد کی چھوٹی سی جماعت سے جنگ ہوئی، چناں چہ آٹھ افراد تو شہید ہوگئے اور دو کو گرفتار کرلیا گیا، ان اسیران میں سے ایک حضرت خبیبؓ بھی تھے، انہیں مکہ کے ایک مشرک حُجیر بن ایاب نے اپنے باپ ابوایاب کے خون کا بدلہ لینے کے لیے خریدا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت خبیبؓ کے سولی پر چڑھائے جانے کی اطلاع ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

بہت افسوس کا اظہار فرمایا اور ان کی نعش لینے کے لیے حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو روانہ فرمایا۔ یہ دونوں حضرات چھپتے چھپاتے سولی کے مقام پر پہنچ گئے، جب وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ چالیس دن سے برابر چالیس مشرک اس کی نگرانی کر رہے ہیں، حضرت زبیرؓ نے رات کے وقت لاش کو اتارا اور گھوڑے پر رکھ کر روانہ ہو گئے، کافر بیدار ہوئے اور لاش کو مفقود پایا تو تعاقب کیا، ایک جگہ گھِر گئے تو لاش زمین پر رکھ دی اور مقابلہ کرنے لگ گئے۔ ابھی لاش کو زمین پر رکھا ہی تھا کہ زمین نے لاش کو نگل لیا، اسی دن سے حضرت خبیبؓ کو ''بلیع الارض'' کہا جانے لگا۔

(زبیر ابن عوام: ۶۵۔ الخصائص للسیوطی: ۱/ ۵۵۳)

جہاد فی سبیل اللہ میں آئے ہوئے زخم

حضرت حفص بن خالدؒ کہتے ہیں کہ: موصل سے ایک بڑی عمر کے بزرگ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہمیں بتایا کہ میں ایک سفر میں حضرت زبیر بن عوامؓ کے ساتھ تھا، ایک چٹیل میدان میں ان کو نہانے کی ضرورت پیش آ گئی، وہاں نہ پانی تھا نہ گھاس اور نہ کوئی انسان، انہوں نے کہا: میرے نہانے کے لیے ذرا انتظام کر دو، میں نے ان کے لیے پردے کا انتظام کر دیا، نہانے کے دوران اچانک میری نگاہ ان پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ ان کے سارے جسم پر تلوار کے زخموں کے نشان ہیں، میں نے ان سے کہا کہ: میں نے آپ کے جسم پر اتنے زخموں کے نشان دیکھے کہ کسی اور کے جسم پر کبھی اتنے زخم نہیں دیکھے۔ حضرت زبیرؓ

نے کہا: کیا تم نے دیکھ لیا؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بخدا اِن میں سے ہر زخم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں لگا ہے اور اللہ کے راستے میں لگا ہے۔

(حیاۃ الصحابہ: ۱/۳۱۱)

اخلاق وعادات

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی عمدہ خصلتوں کو کیسے شمار کیا جا سکتا ہے بس اتنا کافی ہے کہ ان سے اللہ اور اس کے رسول دونوں خوش تھے، اور خوش بھی اتنے کہ دنیا ہی میں جنت کا پروانہ عطا کر دیا تھا۔ دل میں خوفِ خدا اور زبان پر ذکر اللہ ان کی عادتِ شریفہ تھی، سخاوت اور ایثار آپ کا خاص امتیاز تھا، دل کے بہت نرم تھے، معمولی باتوں سے آپ کا دل پسیج جاتا تھا۔

ورع، وتقویٰ اور پرہیز گاری

۱۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کا یہ عالم کہ ایک مرتبہ ام عطا رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور دیکھا کہ ایامِ تشریق کے بعد بھی قربانی کا گوشت رکھا ہے تو کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے باز رکھا ہے، تین دن تو گذر گئے ہیں اور تم نے ابھی تک قربانی کا گوشت رکھ چھوڑا ہے (حالاں کہ یہ حکم بعد میں منسوخ ہو گیا تھا)، امِ عطا رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ لوگوں نے اس قدر ہدیے بھیج دیے ہیں کہ ختم ہونے کو نہیں آتے ہیں۔ (زبیر بن عوام: ۳۳)

۲۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

سے دریافت کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کو کیوں بیان نہیں کرتے؟ حالاں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم تو بیان کرتے ہیں تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ: بخدا جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے کبھی آپ سے جدا نہیں ہوا؛ لیکن میں نے اپنے محبوب کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی اسے جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالینا چاہیے۔ (بخاری ۱/۲۱)

اور ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں ایسی افضل چیز حاصل کی جسے کسی نے نہیں کیا؛ مگر میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے میری طرف منسوب کرتے ہوئے وہ بات کہی جسے میں نے نہیں کہا تو اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے؛ لہٰذا میں پسند نہیں کرتا کہ آپ کی کوئی بات نقل کروں۔ (الریاض النضرۃ:۲۷۱)

آپ سے مروی روایات کی چند جھلکیاں

اس قدر احتیاط کے باوصف ذخیرۂ احادیث میں آپ کی چند روایات ملتی ہیں، ملاحظہ ہو:

۱ - قال الزبير بن العوام عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم: من أحب أن تسر صحيفته فليكثر من الاستغفار. (رواه البيهقي) ترجمہ: حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص یہ چاہے کہ اس کا نامۂ اعمال اسے خوش کردے تو کثرت سے استغفار کرے۔

۲ - وعن الزبير عن النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: ما من صباح يصبح العباد فيه إلا وصارخ يصرخ أيها الخلائق سبحوا الملك القدوس. (رواه ابن السني)

ترجمہ: حضرت زبیرؓ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی صبح ایسی نہیں جس میں بندے صبح کریں؛ مگر یہ کہ ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے: اے مخلوقِ خدا! خدائے پاک اور بادشاہِ حقیقی کی پاکی بیان کرو۔

۳ - عن عامر بن عبد الله بن الزبير يحدث عن أبيه قال: قلت للزبير: مالي لا أسمعك، تحدث عن رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كما يحدث فلان وفلان، قال: أما اني لم أفارقه منذ أسلمت ولكني سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول: من كذب عليّ فليتبوأ مقعده من النار. (رواه البخاري) ترجمہ: عامر بن عبداللہ بن زبیر اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ: میں نے حضرت زبیرؓ سے دریافت کیا: کیا بات ہے کہ میں آپ کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنتا ہوں جس طرح فلاں اور فلاں بیان کیا کرتے ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے جواب دیا کہ میں اسلام لانے کے بعد سے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہیں ہوا؛ لیکن میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس نے میری طرف جھوٹی بات منسوب کی اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

عشقِ رسول

حضرت زبیرؓ کم عمری میں ہی ایمانی حلقہ میں شامل ہوگئے تھے، اللہ اور

اس کے رسول کی مخالفت سننا ہرگز گوارا نہ کرتے تھے۔ حضرت عروہ فرماتے ہیں: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے بعد یہ شیطانی آواز سنی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ اس وقت حضرت زبیر کی عمر تقریباً ۱۶ / ۱۷ سال ہی کی ہوگی، یہ سنتے ہی انہوں نے تلوار سونت لی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکل پڑے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مکہ کے بالائی حصہ پر تھے، یہ تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا کہ: میں نے یہ بات سنی کہ آپ کو گرفتار کر لیا گیا ہے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا تم کیا کرنے لگے تھے؟ انہوں نے کہا: آپ کو گرفتار کرنے والوں کو اپنی تلوار سے مارنے والا تھا، اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے اور آپ رضی اللہ عنہ کی تلوار کے لیے دعا فرمائی اور ان سے فرمایا کہ واپس لوٹ جاؤ۔ یہ سب سے پہلی تلوار ہے جو اللہ کے راستے میں سونتی گئی تھی۔

(کنز العمال: ۵ / ۶۹۔ ابونعیم فی الحلیہ: ۱ / ۸۹)

امانت و دیانت

عام طور پر تمام لوگ آپ رضی اللہ عنہ پر بھروسہ کرتے تھے، اپنی دولت ورقوم آپ رضی اللہ عنہ کے پاس امانت رکھواتے تھے، بہت سے لوگ مرتے وقت اپنے بچوں اور مال و دولت کا آپ کو محافظ ووصی بنا جاتے تھے، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ خوشی خوشی ایمان داری کے ساتھ اس فریضہ کو انجام دیتے تھے۔

سخاوت

حضرت کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کے پاس ایک ہزار غلام تھے، جو کما کر انہیں خراج ادا کرتے تھے؛ لیکن وہ اس میں سے ایک درہم بھی گھر میں نہ رکھتے؛ بلکہ پورا کا پورا مال صدقہ کردیتے تھے۔ (الریاض النضرۃ:۲۷۱)

اسی سخاوت کا نتیجہ ہے کہ جب آپؓ کا انتقال ہوا تو اس وقت آپؓ بہت مقروض تھے۔ قرض ودین کے متعلق مختلف روایات وارد ہوئی ہیں؛ مگر اکثر مؤرخین نے تقریباً بائیس لاکھ کا قرض بیان کیا ہے۔

مساوات پسندی

مساواتِ اسلامی کا اس قدر خیال تھا کہ دو مسلمان لاشوں تک میں کسی تفریق یا امتیاز کو جائز نہیں سمجھتے تھے، جنگِ اُحد میں آپؓ کے ماموں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تو حضرت صفیہؓ نے بھائی کی تجہیز وتکفین کے لیے دو کپڑے لاکر دیے؛ لیکن ماموں کے پہلو میں ایک انصاری صحابی کی لاش بھی بے گوروکفن پڑی تھی، دل نے گوارا نہ کیا کہ ایک کے لیے دو دو کپڑے ہوں اور دوسرا بے کفن رہے۔ غرض تقسیم کرنے کے لیے دونوں ٹکڑوں کو ناپا، اتفاق سے چھوٹا بڑا نکلا، قرعہ ڈال کر تقسیم کیا کہ اس میں بھی کسی قسم کی ترجیح نہ ہونے پائے۔ (سیر الصحابہ:۲/ ۹۸)

استقلال

حضرت زبیرؓ خطرات کی بالکل پرواہ نہ کرتے اور موت کا خوف کبھی ان

کے عزم وارادے میں حائل نہ ہوتا، اسکندریہ میں جب محاصرہ طویل ہوگیا تو چاہا کہ سیڑھی لگا کر قلعہ پر چڑھ جائیں، لوگوں نے کہا: قلعہ میں سخت طاعون ہے، فرمایا: ''ہم طعن وطاعون ہی کے لیے آئے ہیں'' یعنی موت سے ڈرنا کیا ہے!۔ غرض سیڑھیاں لگائی گئیں اور جاں بازی کے ساتھ چڑھ گئے۔ (سیر الصحابہ ۹۹/۲)

جاگیر وزراعت

فتحِ خیبر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی زمین کو مجاہدین میں تقسیم فرما دیا تھا، چناں چہ حضرت زبیرؓ کو بھی اس میں سے ایک وسیع اور سرسبز قطعہ ملا۔ اس کے علاوہ مدینہ کے اطراف میں بھی ان کے کھیت تھے، جن کو وہ خود آباد کرتے تھے، کبھی کبھی آب پاشی کے لیے شرکا سے خفگی بھی ہوجاتی تھی۔ کھیت کی نگرانی اور فصل کی حفاظت کا فرض بسا اوقات خود ہی انجام دیتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی مقام جرف میں انہیں ایک جاگیر مرحمت فرمائی تھی، اسی طرح حضرت عمرؓ نے مقام عقیق کی زمین انہیں دے دی تھی، جو مدینہ کے اطراف میں ایک خوش فضا میدان ہے۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۰۱)

غذا اور لباس

دولت وثروت کے باوجود طرزِ معاشرت نہایت سادہ تھا، غذا بھی پُرتکلف نہ تھی، لباس اکثر معمولی اور سادہ زیب تن فرماتے؛ البتہ جنگ میں ریشمی کپڑے استعمال کرتے تھے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور پر ان کو اجازت دی

تھی، آلاتِ حرب کا نہایت شوق تھا اور اس میں تکلف جائز سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کی تلوار کا قبضہ نقرئی تھا۔ (سیر الصحابہ: ۲/ ۱۰۲)

اختتام

بارگاہِ لم یزل ولا یزال میں دست بدعا ہوں کہ: ہمیں تمام صحابہؓ کو نمونہ بنا کر زندگی بسر کرنے کی توفیق عنایت فرمائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام سنتوں کا اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

زبیر ابن عوام اس دور میں میرے حواری ہیں
کہ میرے واسطے آمادۂ سو جاں نثاری ہیں
وہ جن کا مرتبہ عالی رہا دورِ صحابہ میں
وہی جو تیغ زن پہلا رہا دورِ صحابہ میں
جنہیں ناحق کسی ظالم کے ہاتھوں قتل ہونا تھا
وہ جن کے پاس مرتے دم نہ چاندی تھی نہ سونا تھا
جبینِ ناز پر ظاہر رہا جوہر شجاعت کا
عرب میں بج رہا تھا چار سو ڈنکا سخاوت کا
زبیر ابن عوام وہ مردِ حق تھے قرنِ اول میں
گرامی مرتبہ ان کا رہا قومِ حجازی میں

کمی جن سے نہیں سرزد ہوئی دینِ مکمل میں
مثال ان کی نہیں مل پائے گی بندہ نوازی میں

مراجع ومصادر:

①بخاری شریف ②مسلم شریف ③مشکوۃ شریف ④مسند احمد ⑤التہذیب ⑥الخصائص للسیوطی ⑦کنز العمال ⑧حلیۃ الاولیاء ⑨طبقات ابن سعد ⑩سیر الصحابہ ⑪خاندان نبوت ⑫مہاجرین ⑬اصحاب الرسول ⑭الزبیر بن العوام ⑮زبیر بن عوام ⑯حیاۃ الصحابہ ⑰سیرت احمد مجتبیٰ ⑱تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام۔